سید شمیم احمد

مکتوبات مخدوم الملک

مذہبی رہنماؤں پر تنقید

مخدوم الملک اپنے دور کے ظاہر دار مشائخ، تنگ نظر اور خوشامدی علماء، جاہ و اقتدار برقرار رکھنے کے لیے دباؤ میں آکر غلط فتویٰ دینے والے مفتیوں اور رشوت کھانے والے قاضیوں سے سخت بیزار تھے۔

مکتوبات میں جابجا ایسے لوگوں پر تنقیدیں ملتی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی سرپرستی کی وجہ سے صوفیائے کرام کو معاشرہ میں باعزت مقام حاصل تھا۔ حکومت کی طرف سے جاگیریں ملتی تھیں۔ علماء کو عہدے پیش کیے جاتے تھے۔ قاضی و مفتی بنا دیے جاتے تھے۔ اس لیے تھوڑا بہت پڑھ لکھ کر لوگ خود کو عالم دین مشہور کرنے لگتے تھے اور شیخ طریقت بن بیٹھتے تھے۔

مخدوم الملک تحصیل علم پر بہت زور دیتے ہیں مگر شیخ عمر کو یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ:

"اے بھائی شریعت پر عمل کرنے میں علم کے بغیر کامیابی نہیں اور نہ کوئی فائدہ ہے اور بغیر عمل کے مقصد تک پہنچنا ممکن نہیں اسی لیے علم حاصل کرنا فرض ہو گیا ہے مگر وہ علم نہیں جو تجھے سلاطین و ملوک کے دروازے پر لے جائے، اور نہ وہ علم جو تجھے قاضی اور مفتی بنائے۔ میری مراد علم سے علم آخرت اور علم راہ حق ہے۔ اس موقع پر غلطی میں نہ پڑنا بلکہ خود کو علمائے دنیا کی نگاہ سے بچائے رکھنا، اس طرح جیسے شیطان سے۔"

"عزیز من[1]! سب سے بڑا خلل اس زمانہ میں یہ ہے کہ نہ مرید جانتا ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر کو معلوم ہے کہ پیری کے فرائض کیا ہیں۔ عام مخلوق محض رسم بے حقیقت پر قناعت کر بیٹھی ہے اور سمجھ رکھا ہے کہ یہی پیری و مریدی ہے۔"

"...[2] لیکن جس طرح کہ پیری و مریدی آج کل چل رہی ہے یہ کوئی مشکل نہیں۔ بہت آسان ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ آج دنیا پیروں اور مریدوں سے بھری پڑی ہے ان میں سے ہر ایک کشف و کرامات اور احوال و مقامات سے نیچے کی بات نہیں کرتا۔ لیکن جب حساب لینے بیٹھے تو انھیں خود اپنے کفر کی بھی خبر نہیں۔"

نام نہاد مشائخ اور جاہ و اقتدار کے حریص علما کی اس سے زیادہ مذمت قاضی شمس الدین کے نام ایک مکتوب میں کرتے ہیں۔

"مگر آج[3] ہم جن لفاظوں کو دیکھ رہے ہیں وہ بزرگوں کے معنی سے بے خبر ہیں۔ خود ان کی زبان، ان کے ہاتھ، ان کے پاؤں، ان کی آنکھیں، ان کے کان خود ان کے دل کی ناپاکی کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اور گواہی دے رہے ہیں کہ یہ مدعی کذاب ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو یہ لوگوں کے منہ سے نوالہ چھین کر اپنے حلق میں ڈال دیں۔ اور کسی کے لباس فاخرہ سے اپنی گدڑی کو بدل ڈالیں۔ ہمیشہ دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ سارا عالم ہمارا غلام بن جائے۔ غلامی کا اقرار کرے اور ہمارا کلمہ پڑھے۔

"حالانکہ صدقے کا کپڑا بدن پر ہے اور مفت کی روٹی معدہ میں ہضم ہو رہی ہے مگر غرور کو نہ پوچھیے کیا ممکن کہ اپنی تمام عمر میں بغیر باضابطہ ٹھاٹھ بدلے ہوئے بازار

---

[1] مکتوبات دو صدی ص ۴۰۳

[2] ایضاً ص ۳۷۳

[3] مکتوب ۲۴ مکتوبات صدی ص ۶۸

نکل جائیں۔ جب تک عمامہ اور کلاہ وغیرہ سے باضابطہ لیس نہ ہوں کیا مجال کہ ادھر ادھر چہل قدمی بھی کر سکیں۔ خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلاف شان گھر سے باہر قدم رکھیں گے تو ورزی کیا کہے گا۔ چمار کیا خیال کرے گا۔ بازاری کیا سمجھیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"سنو! صوفی اور عالم ظاہر میں فرق ہے۔ صوفی کا دل زبان سے آگے ہوتا ہے اور عالم ظاہری کی زبان دل سے آگے ہوتی ہے۔ صوفی پر دل کی حکومت ہوتی ہے۔ آج کل کا حال یہ ہے کہ واعظان و ناصحان و سالکان گناہ کی راہ پر گامزن ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ صراط مستقیم پر ہیں۔ یہ بات نابینائی کے سبب سے ہے۔ راہ حق کا نابینا وہی ہے جو زبان سے عصا کا کام لے کر کبھی اس پر طعن کرے کبھی اس پر تشنیع کرے، اور دعویٰ کرے کہ میں صاحب بصیرت ہوں۔

"اس وقت ہمارے مخاطب وہ علما نہیں جو علم کی روش پر ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنی دھن میں جو کچھ کہتے ہیں قرآن و حدیث کے مطابق کہتے ہیں۔ ان کا کہنا بجا ہے۔ اس وقت میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جو صورتاً مشائخ بنے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس کیا دنیا سے شرم ناپید ہوگئی؟"[1]

اسی طرح کی مذمت ملک خضر کے نام ایک مکتوب میں کی گئی ہے۔

"اسلام[2] اس وقت تک تر و تازہ تھا جب تک دنیا دار علماء پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جب یہ ملامتی جماعت ظاہر ہوئی اسلام میں رخنہ پیدا ہوگیا"

"اے برادر![3] جانتے ہو علمائے دنیا کون ہیں؟ جو بادشاہوں کی روٹی کھاتے

---

[1] مکتوب ۲۴ مکتوبات صدی ص ۶۹

[2] مکتوب ۵۰ مکتوبات دو صدی ص ۱۳۱

[3] ایضاً

ہیں اور شہنشاہوں کی چوکھٹ کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے، اور ان کی دنیا دارانہ سیاست میں شریک ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے علم کو جو ذریعہ آخرت ہے دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔"

مخدوم الملک کے عہد میں محکمہ قضاء پر حکومت کی گرفت بڑی سخت تھی۔ عدل و انصاف کا حرف نام ہی تھا۔ منصفانہ فیصلہ کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ دباؤ سفارش، اور رشوت کا رواج جڑ پکڑ چکا تھا۔ اس محکمہ کی حالت اتنی دگرگوں تھی، کہ اچھے اچھے علماء و مشائخ یہ ذمہ داری قبول کرنے کے بعد لغزش میں مبتلا ہو جاتے تھے اس لیے مخدوم الملک ہمیشہ قاضیوں سے بدظن رہے۔

عموماً آپ اپنے مریدوں کو قضا کی ذمہ داری قبول کرنے سے منع فرماتے تھے جب خبر ملی کہ شیخ صدر الدین نے قضا کا منصب قبول کر لیا ہے تو آپ نے فوراً انھیں اس سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

اسی طرح مولانا حمید الدین پر بھی سخت خفگی کا اظہار کیا جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

سلطان وقت کو تلقین

خواجہ عابد ظفر آبادی کا کچھ مال سلطنت کے ظلم و تعدی سے برباد ہو گیا تھا۔ آپ نے مخدوم الملک سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت مخدوم نے ایک خط کے ذریعے سلطان فیروز تغلق کی توجہ مبذول کرائی اور نہایت عالمانہ اور بلیغ انداز میں عدل و انصاف کی تلقین فرمائی۔ سلطان اس خط سے بہت متاثر ہوا اور خواجہ عابد ظفر آبادی کے نقصانات کی تلافی کر دی۔

مکمل مکتوب درج ذیل ہے۔[1]

"حضرت بلال مؤذن سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالتمآب علیہ السلام

---

[1] مکتوب عـ۹۵ مکتوبات دوصدی

کے ساتھ مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا۔ پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ باہر جا کر دیکھو۔ جب میں باہر آیا تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا۔ اس نے پوچھا، "محمدؐ یہاں ہیں؟" میں نے کہا "ہاں"۔

وہ گھر کے اندر آیا اور کہا،

"یا محمدؐ! تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ مجھ کو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہوئے اگر تم رسول برحق ہو تو یہ دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے۔ پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا،

"تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟"

اس نے کہا،

"ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے۔"

یہ وقت آپؐ کے قیلولہ کا تھا اور سخت گرمی تھی لیکن آپؐ اسی وقت روانہ ہوئے تاکہ مظلوم کی مدد فرمائیں۔ میں نے (یعنی حضرت بلالؓ نے) عرض کی کہ یا رسول اللہ قیلولہ کا وقت ہے گرمی پڑ رہی ہے۔ ابوجہل بھی سویا ہوا ہوگا۔ وہ برہم ہوگا۔ لیکن آپؐ نہ رکے اور اسی طرح تشریف لے گئے۔ ابوجہل کے دروازہ پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل کو غصہ آیا۔ اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس کو جا کر مار ڈالوں گا۔

باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ کھڑے ہیں۔ بولا کیسے آنا ہوا؟ کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا۔

پیغمبر علیہ السلام نے غصے میں فرمایا،

"تم نے اس نصرانی کا مال کیوں لے لیا ہے۔ واپس کرو۔"

ابوجہل نے کہا، "اگر اسی کے لیے آئے ہو تو کسی آدمی کو بھیج دیا ہوتا مال واپس

کر دیتا۔"

پیغمبر صلعم نے فرمایا، "باتیں نہ بناؤ، اس کا مال واپس کر دو"۔ ابوجہل اس کا تمام مال واپس لایا اور نصرانی کے حوالہ کیا۔ آپؐ نے نصرانی سے پوچھا، کہو اب تو تمھارا مال تمہیں مل گیا۔

اس نے کہا لیکن ایک چھوٹا تھیلا رہ گیا ہے۔

پیغمبر صلعم نے فرمایا، تھیلا بھی دو۔

ابوجہل بولا، "اے محمدؐ! تم واپس جاؤ، میں اس کو پہنچا دوں گا۔"

حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا،

"میں اسوقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک تم تھیلا بھی واپس نہ کر دو گے۔"

ابوجہل گھر کے اندر گیا اس کو وہ تھیلا نہ ملا۔ لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا، وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں، اور اسی کو اس کے بدلہ میں دیتا ہوں۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، "اے نصرانی! یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ تھیلا بہتر تھا۔

اس نے کہا کہ محمدؐ یہ بہتر ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، اگر تم یہ کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک کہ اس کی قیمت لے کر تمھارے حوالہ نہ کر دیتا۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے اس کے بہتر گناہوں کی معافی لکھی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک سے اس کا دنیاوی کام بنتا ہے باقی سے آخرت میں نجات ہوتی ہے۔

انس بن مالک سے ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ شہر کے باہر ایک قافلہ ٹھہرا ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ماندگی میں سو رہیں اور ان کا سامان چوری ہو جائے، چلو آج رات

پہرہ دیں تاکہ سامان محفوظ رہے۔ دونوں حضرات گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

سبحان اللہ سرکار مدینہ کے اصحاب کس قدر بلند اخلاق سے مرصع تھے۔ مسلمانوں پر رحم و شفقت کرنا، ان کے غم و اندوہ میں شریک ہونا ان کا شیوہ تھا، اور خدا کا شکر ہے کہ آج آپ کی مکرم و معظم ذات عاجز اور مظلوموں کی پناہ بنی ہوئی ہے۔ عدل و انصاف آپ کے ہاں سے دنیا والوں میں پیش کیا جا رہا ہے اور وہ سعادت حاصل ہے جس کی پیغمبر علیہ السلام نے تاکید کی ہے اور جس کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ عاقبت بخیر باد۔"

حضرت مخدوم الملک عدل و انصاف، خدمت اور حاجت مندوں کی امداد و معاونت پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ سلطان فیروز تغلق کے علاوہ دوسرے امرا کو بھی جب کبھی موقع ملتا دادرسی اور امداد کی تاکید کیا کرتے۔ ملک حسام الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں،

"عزیز من! خاص کر دولت، صاحب منصب، صاحب حکومت، صاحب قدر و منزلت لوگوں کے لیے اللہ رب العزت کے نزدیک حاجتمندوں کی حاجت روائی سے زیادہ قریب کوئی دوسری راہ نہیں۔"

اسی طرح ملک خضر کو سمجھاتے ہیں،

"اے برادر! جس قدر ممکن ہو محتاجوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کرو اپنے قلم سے، منصب و اقتدار سے اور مال و دولت سے جتنی بھی مدد کر سکتے ہو کرو۔

اے بھائی! یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مقام عطا کیا ہے، جس قدر

مال و دولت حاصل ہے اور زبان و قلم پر قدرت ہے ان کے ذریعہ حاجتمندوں کی حاجت روائی کرو۔ اس سے بہتر عبادت اور عمل خیر کوئی دوسرا نہیں ۔"

"اے بھائی کوشش کرو کہ تم جسے دو یا جس کی حاجت روائی کرو سوال کرنے سے قبل کرو کیونکہ سوال اس کی قیمت بن جاتا ہے ۔"

(۴)

اس زمانہ میں خطوط رسانی کا باضابطہ انتظام نہیں تھا۔ آنے جانے والوں کی معرفت خطوط کی ترسیل ہوتی تھی۔ بڑے شہروں اور نزدیک کے مقامات پر تو آسانی سے خط بھیجے جا سکتے تھے مگر دور کے علاقوں تک خط بھجوانے میں وقت پیش آتی تھی ۔ بوسہ استنوتش۔ آنگلی اور ظفر آباد چونکہ بہار سے زیادہ دور نہیں تھے اس لیے وہاں مخدوم الملک کے خطوط متواتر پہنچتے رہتے تھے۔

یہ آسانی دولت آباد اور دوسری جگہوں کے لیے نہ تھی۔ آپ کی عین خواہش تھی کہ شیخ معزبی کے پاس متواتر خطوط لکھتے مگر بتالہ دور افتادہ جگہ تھی وہاں تک کم ہی لوگ جاتے تھے۔

دولت آباد بھی بہت دور تھا اس لیے ملک حسام الدین کو لکھا کہ اگر مکتوبات کا نسخہ کسی کے پاس ہو تو اس سے نقل کر لو۔

مکتوبات میں مختلف ایسے لوگوں کے نام بھی ملتے ہیں جن کے ذریعہ خطوط آپ تک پہنچتے تھے یا آپ ان کی معرفت بھیجا کرتے تھے۔ مثلاً شیخ زین الدین کی معرفت مولانا کمال الدین اور مولانا صدر الدین کے مکتوبات آپ تک پہنچے۔ شیخ زین الدین آپ کے خواہر زادہ تھے۔ مثال کے طور پر مکتوب ۱۲۲ مکتوبات دوصدی میں مولانا کمال الدین کو لکھتے ہیں :

"آپ کا خط خواہر زادہ زین الدین نے پہنچایا ۔"

مولانا صدر الدین کو لکھتے ہیں :

" قاضی زین الدین آئے اور آپ کی خیریت معلوم ہوئی" مزید یہ کہ " قاضی زین الدین سے آں عزیز کا تمام حال معلوم ہوا ۔"

قاضی زین الدین کے بعد بعض خطوط قمر الدین کے ذریعہ بھی ملے تھے ۔ ملک خضر کے نام بعض مکتوبات میں درج ہے کہ قمر الدین آئے تو کچھ حالات معلوم ہوئے ۔ ایک نام اور ملتا ہے ۔ مکتوبات دوصدی مکتوب ۷۵ میں جو خواجہ سلیمان کے نام ہے لکھتے ہیں بشیر آئے تھے کل کیفیت بیان کی ۔

شیخ مغربی کے پاس ملک حسام الدین کی معرفت خطوط بھیجے گئے تھے ۔ ایک مکتوب میں حاجی سمرقندی کا نام ہے ، " کیفیت گذشتہ حاجی سمرقندی سے معلوم ہوئی ۔"

ملک معز الدین کے نام خط میں ہے کہ ، " خواجہ قبول کے ذریعہ آں برادر کا خط ملا ۔"

مولانا مظفر بلخی کے بعض خطوط مولانا کے چھوٹے بھائی شیخ معز الدین کی معرفت ملے تھے ، جیساکہ مکتوبات ہشت و بست کے ۲۷ ویں مکتوب میں درج ہے ۔ ملک حسام الدین کے نام ایک خط زائر حرمین شیخ رکن الدین کی معرفت بھی بھیجا گیا تھا ۔ یہ تلاش روزگار میں اس طرف جارہے تھے ۔

مخدوم الملک نے ملک حسام الدین کو لکھا کہ یہ بال بچے والے آدمی ہیں ، تلاش روزگار میں جارہے ہیں جس کسی سے بھی ہوسکے ان کی مدد کرے ۔

مخدوم الملک اپنے خطوط کے القاب میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ وہ کاتب اور مکتوب کے تعلقات کے شایان شان ہو ۔ اس سے خلوص محبت شفقت اور ادب و احترام ظاہر ہو ۔ نئے مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ اس معاملہ میں اور شفقت سے پیش آتے تھے ۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں

سے بخوبی ہوگا۔

"برادرم اعز شمس الدین اکرمہ اللہ تعالیٰ فی الدارین۔" برادر اعز قاضی شمس الدین ارقہ اللہ محبتہ اولیا ئہ۔" "برادر اعز قاضی صدر الدین شرفہ اللہ بولایتہ۔" "امام مظفر بدانکہ . . . . ۔" "برادر اعز مولانا مظفر . . . . ۔"

"برادرم عزیز الوجود مولانا ضیاء الملت والدین جعلہ اللہ من علماء الآخرت عصمہ اللہ من صحبتہ علماء الدنیا بسلام و دعا از کاتب حروف شمس منیری مخصوص است۔" "صدر العلماء مولانا حمید الملت والدین از فقیر حقیر شرف منیری، سلام و تحیت مطالعہ کند و مقرر آں برادر گردد . . . ۔"

"برادرم دینی مولانا صدر الدین دام فضلہ تحیات وافرہ و ادعیہ متکاثر از محب قدیم یحیی منیری الملقب بشرف باوفور اشتیاق مطالعہ کند و مقرر آں برادر گردد . . . . ۔"

"یار قدیم امام نظام الدین سلام و تحیت از فقیر حقیر احمد یحیی منیری الملقب بشرف مطالعہ کند۔"

"فرزند عزیز قاضی حسام الدین . . . . ۔" "فرزندم قطب الدین اعزہ فی الدارین . . . . ۔" "فرزند فخر الدین رفعہ اللہ علیٰ مرتبۃ السالکین سلام و دعا۔"

"برادر اعز محترم محتشم ملک معز الدین اعزہ اللہ بسلام و دعا خیر . . . . ۔"

مخدوم الملک کے مولانا مظفر بلخی سے ساتھ گھر کے فرد جیسے تعلقات تھے۔ اس لیے ان کے نام خط میں خاندان کے دوسرے افراد کو بھی سلام و دعا لکھا گیا ہے مثلاً مکتوبات ہشت و بست کے ۲۸ ویں مکتوب میں درج ہے،

"والدہ و ہمشیرہ و برادران و خواہر زادہ فخر الدین و ناج راسلام و دعا برسانند۔"

(۵)

چونکہ یہ خطوط بغرض تعلیم لکھے جاتے تھے اس لیے مخدوم الملک ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتے تھے جس موضوع پر بھی لکھا جائے نہایت واضح طور سے لکھا جائے تاکہ مکتوب الیہ کو سمجھنے میں دشواری نہ پیش آئے۔ اس کے بعد قرآن و حدیث کی عبارتوں، بزرگوں کے اقوال اور اشعار سے اس مسئلہ کو مزید واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زبان و بیان کی پاکیزگی اور نفاست کی وجہ سے مکتوبات میں خاص ادبی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ مبتدی کو بھی خطوط کے مطالعہ میں لطف ملنے لگتا ہے، اور تصوف کے مشکل سے مشکل مسائل بھی عام فہم اور دلچسپ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ مولانا مناظر حسن گیلانی کا خیال ہے کہ،

" دینی اور علمی برتریاں جو حضرت مخدوم کو بارگاہ ربانی سے ارزانی فرمائی گئی ہیں ان سے تو دنیا واقف ہے لیکن کم سے کم میرا خیال تو یہی ہے کہ نثر نگاری میں سعدی شیرازی کے بعد کسی کا نام ہند ہی میں نہیں بلکہ ایران میں بھی لیا جا سکتا ہے تو شاید وہ ہمارے مخدوم الملک ہی ہو سکتے ہیں۔ مکتوبات کی شکل میں جو ارقام فرمایا ہے، فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات کی اثر انگیزی، دلآویزی اور انشا پردازی کا ہر زمانہ میں اعتراف کیا گیا ہے۔ خود مخدوم الملک کے عہد میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری مکتوبات کا انتہائی شوق سے مطالعہ فرماتے تھے۔

خواجہ چراغ دہلی کہا کرتے تھے کہ،

" مکتوبات شیخ شرف الدین کفر صد سالہ را بر کف دست نمود۔"

حضرت مخدوم جلال بخاری سے ایک بار کسی نے مکتوبات پر تبصرہ کرنے کو کہا

توآپ نے فرمایا،

" مکتوبات ایسے ہیں کہ بعض مقامات ابھی تک میری سمجھ میں نہ آسکے ۔"

مولانا عبدالحق محدث دہلوی جیسے ذمہ دار مورخ و عالم فرماتے ہیں کہ،

" حضرت مخدوم کی تصانیف بہت عالی ہیں ۔ آپ کی کل تصانیف میں مکتوبات کی شہرت بہت زیادہ ہے ۔ اور آپ کی لطیف ترین تصانیف میں ہے ۔ ان میں زیادہ تر طریقت کے آداب اور حقیقت کے اسرار بیان کیے گئے ہیں ۔"

اکبر کے وزیر اعظم علامہ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتے ہیں کہ، مخدوم الملک کی " بکثرت تصانیف ہیں ان میں سے آپ کے مکتوبات نفس کشی کے لیے نسخہ آزمودہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔"

مخدوم الملک کے مکتوبات علمی و دینی حلقے میں کس قدر مقبول تھے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کو جو کتابیں بڑھائی گئی تھیں ان میں یہ مکتوبات بھی تھے ۔

موجودہ دور کے لوگوں میں مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم ۔ مولانا عبدالباری ندوی مرحوم ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی ، جناب صباح الدین عبدالرحمٰن وغیرہ مکتوبات کے رطب اللسان نظر آتے ہیں ۔

ساڑھے چھ سو سال گزر جانے کے بعد آج بھی ان کے خطوط میں وہی لطافت و پاکیزگی ہے اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کو بھی وہی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں جو آٹھویں صدی کے لوگوں کو حاصل ہوئے تھے ۔ خود مخدوم الملک شیخ عمر کو اپنے مکتوبات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ،

" قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے ۔ مجھ دعاگو کے جو خطوط تم عزیز تک پہنچتے رہے ہیں اور پہنچتے رہیں گے وہ میری زبان کے ترجمان ہیں اور جو کچھ میری زبان پر

آتما ہے وہ میرے دل کی بات ہے"۔ یہی راز ہے مکتوبات کے اثر و لطافت کا۔ دینی اور علمی و ادبی حیثیت کے ماسوا مخدوم الملک کے مکتوبات سے اس دور کے مسلم معاشرہ کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے۔

امرا و حکام کو ان کے فرض منصبی ادا کرنے کی تاکید۔ حاجت مندوں کی مدد کرنے کی ہدایت۔ دنیا طلب علمار و ظاہر دار شیوخ اور جاہ و حشمت کے حریص قضاۃ پر مخدوم الملک نے جس انداز سے تنقید کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دولت و ثروت کی فراوانی اور اقتدار و حکومت کے سبب مسلم معاشرہ اصلاح طلب تھا۔ نیک و صالح قسم کے لوگوں کی قدر نہ تھی۔ خواجہ حاجی زائر حرمین حضرت رکن الدین کو اسی وجہ سے تلاش روز گار میں بہار سے دولت آباد کا سفر کرنا پڑا، اور مخدوم الملک کا سفارشی خط حاصل کرنے کی نوبت آئی۔

محمد تغلق کا زمانہ ختم ہوا اور فیروز تغلق سریر آرائے سلطنت ہوا تو حالت بدلی اور کم از کم یہ صورت حال تو پیدا ہوئی کہ اگر کوئی حاکم کسی پر جبر و تشدد کرتا اس کے خلاف سلطان کے پاس بہ آسانی فریاد کی جا سکتی ہے۔ جب خواجہ عابد ظفر آبادی کے ساتھ ظلم ہوا تو وہ سیدھے سلطان کے پاس پہنچے، اور مخدوم الملک کو بھی سلطان کے پاس خط لکھنے میں کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔

یہ مکتوبات تاریخی اہمیت بھی رکھتے ہیں۔ بہار اور بنگال کے بہت سے شہروں اور اس دور کے متعدد امرار، علمار، مشائخ اور قضاۃ کے نام معلوم ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مخدوم الملک کی سیرت، شخصیت، علمی و ادبی حیثیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

یہ مکتوبات شریعت و طریقت کے اسرار و رموز اور احکام و مسائل کے سمجھنے میں بہت مدد پہنچاتے ہیں۔

مخدوم الملک نے قرآن و حدیث اور امام غزالی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ ابوبکر شبلی۔ شیخ محی الدین ابن عربی۔ قاضی ابو اللیث سمرقندی۔ خواجہ بایزید بسطامی۔ خواجہ فرید الدین عطار۔ مولانا جلال الدین رومی۔ مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش اور دوسرے اکابرین و صالحین کی تعلیمات کا نچوڑ مکتوبات میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مخدوم کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اکابر علماء و مشائخ کی تصانیف کے علاوہ حضرت سعدی، امیر خسرو، عراقی، شیخ حمید الدین ناگوری کے کلام بھی آپ کے سامنے رہا کرتے تھے۔ مکتوبات میں بکثرت اشعار ان بزرگوں خصوصاً خواجہ عطار کے درج کیے گئے ہیں۔